دورہ ترکی .... مشاہدات وتاثرات

یکم تا 07 مئی 2011ء

محمد یٰسین ظفر
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السلفیہ پاکستان

ترکی ایک ترقی یافتہ ملک ہے۔ جس کی کل آبادی 12,28,00,000 کے قریب ہے۔ شرح خواندگی 87% فیصد ہے۔ سکہ رائج الوقت لیرا کہلاتا ہے۔ ترکی کی معاشی حالت بہت اچھی ہے۔ دنیا میں اس کی معیشت پندرویں درجے پر ہے۔ ترکی میں یورپی طرز زندگی ہے۔ رہن سہن میں البتہ بعض امتیازات اب بھی موجود ہیں۔ مثلاً ماکولات اور مشروبات میں ترکی کی الگ پہچان ہے۔ ترکی کھانے دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ اسی طرح ترکی نے اپنی زبان پر کسی اور زبان کو غالب نہیں آنے دیا۔ تمام تعلمی اداروں، سرکاری محکموں، کاروبا، حکومت، بازاروں، ذرائع ابلاغ پر ترکی زبان کا غلبہ ہے۔ بڑے سے بڑے لوگ ترکی زبان میں بات کرنا فخر محسوس کرتے ہیں۔

ترکی اگرچہ سیکولر دستور کا حامل ملک ہے۔ لیکن اس کی اسلامی شناخت کبھی ختم نہ ہوئی۔ آج کا ترکی پوری قوت کے ساتھ اپنے ماضی کی طرف لوٹ رہا ہے۔ ترکی میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہو چکی ہے۔ وہ دن دور نہیں جب یہی ترکی عالم اسلام کی قیادت سنبھال لے گا۔

ترکی کے بڑے شہروں میں استنبول، انقرہ، ازمیر، قیصری اور قونیہ شامل ہے۔ استنبول تو ترکی کا دل ہے۔ جو اپنے محل وقوع اور خوبصورتی کے اعتبار سے دنیا میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔ یہ شہر دو براعظموں کا سنگم ہے۔ اور اس کے ساتھ دو تہذیبوں کا مرکز ہے۔ جہاں ان کی تاریخی اور ثقافتی حسین یادگاریں موجود ہیں۔ یہ شہر اپنے دامن میں تاریخی واقعات کو محفوظ کیے ہوئے ہے۔ جہاں اس میں شاہ قسطنطین کے انمٹ نقوش ثبت ہیں۔۔ وہاں سلطان محمد فاتح کے عظیم الشان کارنامے مسلمانوں کے شاندار ماضی کی یاد دلاتے ہیں۔ استنبول میں آنے والا زائر مبحوط ہو کر رہ جاتا ہے۔ ڈیرھ کروڑ آبادی پر مشتمل یہ شہر نہایت خوبصورت اور صاف ستھرا ہے۔ زندگی کی تمام بنیادی سہولتیں دستیاب ہیں۔ پرامن شہر، سیاحوں کے لیے بہت پر کشش ہے۔ روزانہ ڈیرھ سے دو لاکھ سیاح آتے جاتے ہیں۔ آمدن کا بڑا ذریعہ سیاحت ہے۔

استنبول میناروں کا شہر بھی کہلاتا ہے۔ لاتعداد نہایت حسین مساجد استنبول کی پہچان ہیں۔ نمازوں کے اوقات میں ہر طرف سے اللہ اکبر کی صدائیں گونج اٹھتی ہیں۔

ترکی جانے کا یہ دوسرا موقعہ ہے۔ اس سے قبل گذشتہ سال جولائی 2010 میں بھی استنبول اور انقرہ جانے اور وہاں کے کچھ تعلیمی اداروں کو دیکھنے کا موقعہ ملا تھا۔ مگر اس مرتبہ ترکی وزارت مذہبی امور (دیانت فاؤنڈیشن) کی خصوصی دعوت پر اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کا وفد عازم سفر ہوا۔ جس میں ہر وفاق اور تنظیم سے ایک ایک نمائندہ لیا گیا۔ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے چیئرمین جناب عبدالوکیل خاں اور معروف تجزیہ نگار راشد بخاری کے علاوہ اتحاد کی طرف سے جناب مفتی منیب الرحمٰن صاحب، جناب قاری محمد حنیف جالندھری صاحب، جناب ڈاکٹر عطاء الرحمٰن صاحب، جناب نیاز حسین نقوی اور راقم وفد میں شامل تھے۔

سرکاری دورہ یکم تا 7 مئی تک محدود تھا۔ جبکہ ہم 30 اپریل 2011 کو استنبول پہنچ گئے تھے۔ ایک دن غیر رسمی طور پر استنبول کے لیے مخصوص تھا۔ جس میں غیر سرکاری تعلیمی ادارے کو دیکھنا تھا۔ اور یہ ادارہ اہل تشیع سے تعلق رکھتا تھا۔ زینبیہ کے علاقے میں واقع یہ ادارہ ابھی زیر تعمیر ہے۔ یہ پانچ منزلہ وسیع وعریض بلڈنگ ہے۔ جس میں کار پارکنگ، مارکیٹ، مسجد اور تعلیمی مرکز شامل ہے۔ ان کے سربراہ صلاح الدین صاحب ترکی کے معروف مذہبی سکالر ہیں۔ سرکاری سرپرستی کے بغیر یہ مرکز تعمیر کر رہے ہیں۔ جس کا تخمینہ پانچ کروڑ ڈالر ہے۔ ترکی میں مذہبی منافرت نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے شیعہ سنی مسائل پیدا نہیں ہوتے۔ اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے۔ کہ شیعہ یکم محرم سے دس محرم تک تمام پروگرام بشمول تعزیہ چار دیواری میں کرتے ہیں۔ جس سے امن وامان کا مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی دوسروں کے کسی قسم کی رکاوٹ۔ یہ ایک چھوٹا سٹیڈیم ہے۔ جو پچاس سال کے لیے کرائے پر لیا ہوا ہے۔ اور استنبول کی میونسپل کارپوریشن ان ایام میں تمام ضرورتیں مہیا کر دیتی ہے۔ کاش پاکستان میں بھی یہ کام اسی اسلوب سے ہو جائے۔ اور یہ تمام پروگرام اور رسومات چار دیواری میں ادا کر لیے جائیں۔ اس سے بہت سی مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

یکم مئی کو شام استنبول سے انقرہ پہنچے۔ جہاں دیانت فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر جناب اُحمد صاحب ائیر پورٹ پر استقبال کے لیے موجود تھا۔ ائیر پورٹ سے ہوٹل آئے۔ انقرہ ترکی کا دارالخلافہ

جو جدید طرز تعمیر کا شاہکار ہے۔ یہ استنبول کے بعد دوسرا بڑا شہر ہے۔ جس کی آبادی تقریباً انتالیس لاکھ ہے۔ انقرہ یونیورسٹی کے علاوہ دیگر بڑے تعلیمی ادارے موجود ہیں۔ جبکہ تمام مرکزی دفاتر بھی انقرہ میں ہیں۔

2 مئی 2011 بروز پیر سرکاری ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ جن کے بنیادی مقاصد درج ذیل تھے۔

(1) ترکی میں دینی تعلیم، نظام، اسکا طریقہ کار کا جائزہ لینا۔(2) دینی نصاب تعلیم (3) اعلیٰ تعلیم میں مواقع (4) دینی تعلیم کے حامل افراد کے لیے ملازمت کے مواقع (5) امام وخطیب کا چناؤ، انکی تربیت (6) مفتیان کرام کی تعلیم وتربیت

ترکی میں دینی مدارس 1920 میں ختم کر دیئے گئے۔ اوران کا ادغام سرکاری سکولوں میں کر دیا گیا تھا۔ اورحسب ضرورت نہایت مختصر نصاب متعین کر دیا گیا۔ غالباً 1924 میں امام حاطب سکول متعارف ہوئے۔ جن کے قیام کا مقصد سرکاری سرپرستی میں دینی تعلیم دینا تھا۔ اس میں 35% دینی جبکہ 65% سکولر تعلیم دی جاتی ہے۔ ابتدائی اور بنیادی آٹھ سالہ تعلیم مڈل مکمل کرنے کے بعد ہی ان سکولوں میں داخلہ مل سکتا ہے۔ جس کے لیے انٹری ٹیسٹ (Entery Test) پاس کرنا ضروری ہے۔ یہاں انٹرمیڈیٹ تک کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی مزید دینی اور اسلامی تعلیم حاصل کرنا چاہے تو یونیورسٹی کے شعبہ (الہیات) اسلامیات میں داخلہ لے سکتا ہے۔ جس کے لیے ایک ٹیسٹ پاس کرنا ضروری ہے۔ یونیورسٹی میں Phd، M.A , M.Phil کرنے کے مواقع میسر ہیں۔ اگر کوئی امام یا خطیب بننے کا خواہشمند ہے۔ تو اسے امام وخطیب کے لیے باقاعدہ امتحان دینا ہوگا۔ اس کے بعد زبانی امتحان پاس کر کے امام وخطیب بن سکتا ہے۔ چونکہ ترکی میں تمام امام وخطیب سرکاری ملازم ہیں۔ لہذا انہیں ان تمام قواعد وضوابط کی پابندی کرنا ہوتی ہے۔ جو سرکاری ملازمین کے لیے ضروری ہیں۔

امام حاطب سکول سے سند یافتہ طلبہ دیگر شعبوں میں جاتے ہیں۔ ان کی اکثریت تدریس کے شعبے کو پسند کرتی ہے۔ ترکی کے اکثر سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں امام حاطب سکولز سے فارغ التحصیل ہیں۔ جو مختلف شعبوں سے گریجویشن اور ماسٹر کرنے کے بعد یہ پیشہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح سرکاری ملازمت اختیار کرتے ہیں۔ اور مختلف محکموں میں بطور سیکرٹری کام کرتے ہیں۔ امام حاطب سکول کے فضلا سیاست میں بھی اچھی کارکردگی دیکھا رہے ہیں۔ موجودہ صدر عبداللہ گل اور وزیراعظم طیب اردگان امام

حاطب سکول کے پڑھے ہوئے ہیں۔اور یہ بات بڑے فخر سے بتائی جاتی ہے۔

دینی تعلیم! امام حاطب سکولز کے تعلیم یافتہ میں دینی تعلیم بالکل واجبی سی ہوتی ہے۔اس بنیاد پر نہ تو وہ امام یا خطیب کی صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی مفتی بن سکتے ہیں۔ جب تک کہ وہ کسی کالج یا یونیورسٹی سے اسلامیات میں گریجویشن نہ کرلیں۔اس اعتبار سے ہمارے دینی مدارس کی تعلیم سے ان کا موازنہ کرنا درست نہیں اور نہ ہی دینی مدارس کا متبادل ہیں۔ اور نہ ہی دینی مدارس کی جگہ ان کا نظام اور نصاب کارآمد ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ امام حاطب سکول سے پڑھا ہوا نوجوان اسلامی اقدار اور اخلاقیات سے بخوبی آشنا ہوتا ہے۔اور کم از کم اپنی زندگی کو اس کے مطابق بنانے میں مدد لے سکتا ہے۔اس بات کا مشاہدہ ہم نے ترکی میں کیا۔ اور ایسے افراد سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ جو امام حاطب کے فضلاء تھے۔اور اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود بہت سادہ، بلند اخلاق کے مالک اور صوم وصلوۃ کے پابند تھے۔ان میں ظاہری اسلامی اقدار تو نظر نہیں آتی۔لیکن اخلاقی اقدار میں وہ ایک قابل رشک کردار کے مالک ضرور نظر آتے ہیں۔ان کا رویہ، میل جول، طرز عمل، انداز تخاطب اور عزت تکریم سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ اس یہ لوگ اسلامی آداب سے بخوبی آگاہ ہیں۔

امام حاطب سکولوں کی کل تعداد پانچ سو سے زائد ہے۔اور پورے ترکی میں ان کا نصاب ایک ہے۔ چونکہ سرکاری سرپرستی میں کام کرتے ہیں۔لہذا فرقہ وارانہ تعلیم وتربیت ممکن نہیں۔جس کی وجہ سے مذہبی تعصب نہ ہونے کے برابر ہے۔البتہ میرا تاثر یہ ہے چونکہ ترکی میں حنفیت کا غلبہ ہے۔لہذا اکثر علماء اور فقہاء حنفی مسلک پر سختی سے کاربند ہیں۔جس کی وجہ غیر شعوری طور پر عوام الناس بھی حنفیت کی طرف مائل ہیں۔اور دیگر مسالک کے بارے میں زیادہ نرم گوشہ نہیں رکھتے۔اگرچہ ہمیں یہ بتایا گیا کہ اب یونیورسٹی سطح پر جو نصاب ترتیب دیا گیا ہے۔اس میں دیگر مذاہب کی فقہ بھی پڑھائی جانے لگی ہے۔اور اسی طرح شرعی مسائل میں اگر عدالت سے رجوع کرنا ہو تو تمام مذاہب کی آراء کو دیکھا جاتا ہے۔

وحدت نظام ونصاب! ہمارا وفد پانچوں وفاق وتنظیم کے نمائندوں پر مشتمل تھا۔جس سے یہ تاثر تو از خود عیاں ہوتا تھا۔کہ ہم مسلک کی بنیاد پر تقسیم ہیں۔اور اپنے اپنے مسلک اور منہج کے مطابق تعلیم دیتے ہیں۔اور اپنے اپنے بورڈ کے تحت امتحانات لیتے ہیں۔اگرچہ کسی بھی جگہ ملاقاتوں میں میزبانوں

نے یہ نہیں کہا کہ یہ طریقہ باعث تعجب ہے۔ یا یہ افتراق وانتشار کا چلتا پھرتا وفد ہے۔ لیکن اکثر جگہوں پر انہوں نے تحت اللفظ ، اتحادو اتفاق کا درس ضرور دیا۔ اور تلقین کی۔ کہ ہماری کامیابی و کامرانی کا واحد ذریعہ اتحاد، وحدت نصاب اور نظام ہے۔ جس کو اپنا کر ہی ہم ایک قوم بن سکتے ہیں۔ جب تک استاد، مربی، مرشد اور رہبر کی سوچ اور فکر ایک نہ ہوگی۔ وہ لوگوں کو ایک قوم کیسے بنا سکتے ہیں۔ بہر حال ہمارے لیے اس میں سوچ و بچار کے بہت سے پہلو ہیں۔ بشرطیکہ ہم کھلے دل سے اس پر غور کریں۔ بات تو سچ ہے۔ مگر!

عوامی شمولیت! امام حاطب سکولز اگر چہ حکومتی سر پرستی میں چلتے ہیں۔ لیکن اکثر سکولوں کی عمارتیں ترکی کے مخیّر اور صاحب ثروت لوگوں نے تعمیر کی ہیں۔ اس کے بعد حکومت کے سپرد کردی ہیں۔ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ سکول کی تعمیر پر ہی اکتفا نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس میں زیر تعلیم طلبہ کو وظائف اور سکالرشپ بھی دیتے ہیں۔ جیسا کہ قیصری شہر میں ایک سکول کے معائنہ کے دوران ہمیں بتایا گیا۔

اساتذہ کرام کی تربیت! ترکی کے اس سفر میں ایک بات مسلسل اور بار بار زیر بحث آئی اور وہ تھی اساتذہ کرام کی تربیت۔ یہ ایک مسلسل عمل ہے۔ اس انداز سے اساتذہ کی تربیت کا اہتمام کرنا کہ وہ وقت کے تقاضوں کے مطابق تیار ہوں اور جدید اسلوب تدریس سے روشناس ہوں۔ بہت اہم فریضہ ہے۔ اور یہی اساتذہ تعلیمی میدان میں اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہمیں بار بار یہ احساس دلایا گیا۔ کہ ہم بھی اس کا اہتمام کریں۔ اس کے لیے ترکی وزارت شئون دینیہ نے تعاون کی پیش کش بھی کی۔ اس میں شک نہیں کہ ایک استاد کے لیے از حد ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ تازہ دم ہو۔ اس کے پاس تازہ ترین معلومات ہوں۔ اور جدید اسلوب تدریس سے آشنا ہو۔ اس کا انداز گفتگو پر کشش اور موثر ہو۔ جس میں طلبہ کی دلچسپی کا سامان ہو۔ اساتذہ کو تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد تربیت اور ورکشاپ کے عمل سے گزارہ جائے۔ تاکہ کم وقت میں وہ زیادہ معلومات حاصل کر کے تدریس میں اچھی کارکردگی دیکھا سکے۔ لیکن ترکی میں اساتذہ کرام کی تربیت کا طریقہ کار اور معیار کے بارے میں کوئی خاص معلومات میسر نہ آئیں۔ اور نہ ہی کوئی ایسا مرکز دیکھ سکے۔ جہاں یہ فریضہ سرانجام دیا جارہا ہو۔ کیسی تربیت اور کن بنیادوں پر تربیت، اور کس کے لیے تربیت، ان کا جاننا از حد ضروری ہے۔

اساتذہ کا معیار زندگی! ترکی میں اساتذہ کرام بہت آسودہ زندگی گزارتے ہیں۔

انہیں معقول تنخواہیں اوراچھی مراعات میسر ہیں۔اساتذہ کے لیے الگ ریسٹ ہاؤس ہیں۔ جہاں بہترین کمرے، ریسٹورنٹ، مختلف کھیلوں کے مواقع اور تقریبات کے لیے ہال موجود ہیں۔ جونہایت مناسب معاوضے پراساتذہ کوسہولتیں مہیا کرتے ہیں۔اس سفر میں ہمیں قیصری اور قونیہ میں ایسے ریسٹ ہاؤس میں جانے اور ڈنر میں شرکت کا موقعہ ملا۔وہاں کا ماحول ایک اچھے اورعمدہ ہوٹل سے کم نہیں تھا۔ہم نے اساتذہ کرام کو وہاں خوش گپیوں میں مصروف دیکھا۔

ذریعہ تعلیم! ترکی کے تعلیمی اداروں کی خاص بات ذریعۂ تعلیم ہے۔ پرائمری سے لے کر یونیورسٹی تک ذریعہ تعلیم ترکی ہے۔حتی کہ وہ طلبہ جو وظائف پر ترکی کے مختلف شعبوں میں پڑھنے آتے ہیں۔ایک سال ترکی زبان سیکھنے کے لیے وقف کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ تعلیم کا آغاز کرتے ہیں۔ اگر چہ انگریزی یا عربی بھی نصاب میں شامل ہے۔لیکن ان زبانوں کواولیت حاصل نہیں ہے۔بڑے بڑے عہدوں پر فائز لوگ ترکی زبان میں بات کرتے ہوئے فخراورخوشی محسوس کرتے ہیں۔

ترکی میں تعلیم حاصل کرنے والا جہاں بھی جائے گا۔ترکی زبان ساتھ لے جائے گا۔لیکن ہماری حالت قابل رحم ہے۔خصوصاً سرکاری سرپرستی میں چلنے والے تمام تعلیمی اداروں میں انگریزی کا غلبہ ہے۔اور تمام شعبوں میں اس کا خصوصی اہتمام ہے۔انگریزی بولنے والے نہ صرف فخر محسوس کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے آپکو روشن خیال تصور کرتے ہیں۔ بڑے دکھ اور افسوس کے یہ عرض کریں گے۔ کہ جو لوگ انگریزی کو وجہ افتخار اور ترقی کی علامت سمجھتے ہیں۔ان سے گذارش ہے۔کہ وہ چندروز کے لیے ترکی جائیں ۔انہیں معلوم ہوجائے گا۔کہ ترقی کا راز قومی زبان ہے یا انگریزی۔

ذرائع ابلاغ اور ترکی زبان کی اھمیت!

ترکی زبان کواس قدراہمیت دی جاتی ہے۔کہ ترکی میں دیکھانے والے تمام T.V چینل ترکی زبان میں ڈب ہیں۔حتی کہ CNN، BCC جو کہ نیوز چینل ہیں۔ترکی زبان میں نشر ہوتے ہیں۔البتہ کبھی کبھی کچھ وقت کے لیے BCC انگریزی زبان میں بھی نشر ہوتاہے۔ Nationai Geographic، Plannet Animal، Discovry وغیرہ یا Interainment، Movies بھی ترکی زبان میں ڈب ہوتی ہیں۔ ہرقسم کے فحش چینل بند ہیں۔

تعلیمی معیار! قونیہ میں ہمیں امام حاطب سکول کے علاوہ درجہ تخصص کی ایک کلاس دیکھائی گئی۔ جہاں مفتی حضرات کی تعلیم وتربیت کا اہتمام ہے۔ہمیں کلاس رومز میں لیجایا گیا۔تاکہ ہم براہ راست اس بات کا مشاہدہ کریں۔کہ اساتذہ کیسے پڑھاتے ہیں۔یہ ایک اچھا تجربہ تھا۔اس میں دو باتیں واضح ہوئیں۔(1)امام حاطب سکولز اور مفتی کورس میں اسلوب تدریس اور تفہیم کا انداز بہت کمزور تھا۔خصوصاً مفتی کورس میں سیرت النبی ﷺ کا پریڈ تھا۔استاد نے ایک واقعہ ذکر کیا۔اوراس کی تفصیل یااس کے متعلق ایک دودوسرے واقعات ذکر کردیئے۔حالانکہ ہمارے ہاں اس درجے کے لوگوں کوکم ازکم سیرت کا عام درس نہیں دیا جاتا۔بلکہ انہیں فقہ السیر ہ پڑھائی جاتی ہے۔اورسیرت طیبہ سے مستنبط مسائل سے نہ صرف اگاہ کیا جاتا ہے۔بلکہ اس سے رہنمائی کا اسلوب بتایا جاتا ہے۔سیرت کومحض کہانی کے طور پر بیان نہیں کیا جاتا۔بلکہ اس کی عملی شکل بیان کی جاتی ہے۔یہ دیکھ کر بہت اطمینان ہوا کہ کم ازکم ہمارا اسلوب ان سے کئی درجے اچھااور معیاری ہے۔

البتہ دوسری بات یہ محسوس ہوئی کہ انہوں نے کلاس رومز کے ماحول کو پرکشش بنایا۔جبکہ ہمارے ہاں کلاس رومز بہت سادہ ہیں۔فرشی نشست کا استعمال ہے۔ضرورت اس امرکی ہے ہم اسے ذرا بہتر بنالیں۔اورملٹی میڈیا کا استعمال کرلیں۔توہمارااسلوب تدریس کا کوئی مقابلہ نہیں۔

امتحانات! امام حاطب سکولز کے لیے کوئی تعلیمی امتحانی بورڈ نہیں ہے۔مڈل پاس طلبہ کوایک سخت امتحان پاس کرکے ہائی سکولز میں داخلہ دیا جاتا ہے۔اس کے بعد ہراستاداپنے مضامین کے خود ٹیسٹ لیتا ہے۔اورطالب علم کے لیے گریڈ مقرر کرتا ہے۔اسی بنیاد پراس کے پاس فیل کا انحصار ہے۔اس طرح سال کے اختتام پرتمام ٹیسٹوں کے نمبر جمع کرکے حتمی گریڈ دیا جاتا ہے۔یہی اس کا نتیجہ ہے۔اسی بنیاد پر اگلی کلاس میں منتقل ہوجاتا ہے۔اگرکوئی طالب علم کسی مضمون میں کمزور ہے تو اسے اضافی وقت دینا ہوتا ہے۔جس میں صرف وہی مضمون پڑھے گا۔یہ کلاس تعلیمی اوقات ختم ہونے کے بعد یاشام کوہوتی ہے۔اس کا تعین ڈائریکٹرسکول کرتا ہے۔کہ کتنے گھنٹے اضافی پڑھے گا۔طالب علم اوراستاداس کے پابند ہوتے ہیں۔اس سے طالب علم میں اچھی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

قانون کی حکمرانی! ترکی میں آزادی اورحریت کا مطلب قانون کی بالادستی

ہے۔ ملک میں نافذ آئین اور قانون سب کے لیے یکساں ہے۔ قانون کے دائرے میں رہ کر ہر ترکی شہری آزاد ہے۔ جیسے ہی وہ قانون شکن بنتا ہے۔ اس کی آزادی اور حریت ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم جہاں بھی گئے۔ خواہ وہ اساتذہ ہوں یا یونیورسٹی کے پروفیسرز بات کرتے ہوئے از حد محتاط ہوتے اور اپنی گفتگو میں اس بات کا اظہار کرتے کہ ہم اپنی مرضی سے کچھ نہیں کریں گے۔ اور قانون کے مطابق عمل کریں گے۔ پاکستان میں تعلیم اور تربیت کے بارے میں ہمارے مطالبے پر انہوں نے کہا کہ ہمیں بے حد خوشی ہوگی کہ آپ کے لیے کوئی خدمت بجالائیں۔ مگر یہ سب تعاون ترکی کے قانون کے مطابق ہوگا۔

قانون کی بالادستی کا بنیادی فائدہ یہ ہوتا ہے۔ کہ سب لوگ نہایت مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ انہیں کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ اس لیے کہ قانون خود ان کا محافظ ہے۔ اور ان کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے۔ اور فرائض کی ادائیگی پر دربان ہے۔ ہمارے ہاں حریت اور آزادی کا جو مفہوم لیا جاتا ہے۔ اس میں پہلا قدم قانون شکنی ہے۔ گویا اگر کوئی قانون کا پابند ہوا۔ تو پھر کیسی آزادی اور کیسی حریت؟ لہذا پوری قوم آزادی اور حریت کے نام پر قانون کی دھجیاں اڑاتی ہیں۔ اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ اناللہ۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں اس آزدی اور حریت کی قدر کرنی چاہیے۔ اور قدر کا بہترین طریقہ قانون کا احترام اور اس پر عمل درآمد ہے۔

اسلام کی طرف واپسی! بلاشبہ ترکی ایک سیکولر ملک ہے۔ مگر اس میں بسنے والوں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ ایک صدی سے یہ ملک ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں رہا۔ جو بدترین سیکولر تھے۔ اور انہوں نے زبردستی سیکولر نظریہ مسلط کیا۔ اور اس کی مخالفت کرنے والوں کو تختہ دار پر لٹکا دیا۔ جس میں سینکڑوں علماء کے علاوہ ایک وزیراعظم بھی شامل ہے۔ آج بھی ترکی کا آئین اور قانون سیکولر ہے۔ مذہبی بنیاد پر کسی قسم کی سیاست نہ صرف ممنوع ہے بلکہ قابل سزا جرم ہے۔

لیکن فطرت کو دبایا نہیں جا سکتا۔ ترکی قوم بنیادی طور پر دین پسند ہیں۔ حالات کے جبر سے وہ سمجھوتہ کر چکے۔ اور فتنہ فساد کی بجائے بڑی خاموشی سے اپنی اصل کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ اب مستقبل قریب میں چشم فلک یہ منظر ضرور دیکھے گا۔ کہ سیکولر ترکی ایک زبردست اسلامی قوت بن کر ابھرے گا۔ اور بعید نہیں کہ وہ دوبارہ اسلامی قیادت سنبھال لے۔

حب الوطنی کے مظاہر! ترکی ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہے۔ ہر طرف خوشحالی نظر آتی ہے۔ اس کی قتصادی حالت بہت اچھی ہے۔ لوگ آسودہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور نہایت امن وسکون کے ساتھ رہتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ وہاں کرپشن نہیں۔ لوگ وطن سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ ان کی تمام تر صلاحتیں ملک کے لیے وقف ہیں۔ مواقع ملنے کے باوجود اپنے ہاتھوں کو گندہ نہیں کرتے۔ ملک اور قوم کے لیے سوچتے ہیں۔ اس کی چھوٹی سی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارا وفد ترکی کی ''دیانت فاؤنڈیشن'' یعنی وزارۃ شئون دینیہ کا مہمان تھا۔ ان کی جانب سے پروٹوکول آفیسر (مہماندار) جناب احمد صاحب تھے۔ جو کہ اسی شعبے سے میں ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہیں۔ انہوں نے ضابطے کے مطابق ہمیں فور سٹار (Four star) ہوٹل میں ٹھہرایا۔ لنچ اور ڈنر کے لیے وہ ہمیشہ ہمیں ترکی ریسٹورنٹ لے کر جاتے۔ سادہ مگر باوقار کھانا کھلاتے۔ جو خالص ترکی تہذیب کا آئینہ دار ہوتے۔ وہ ہمیشہ کوشش کرتے کہ مہمانوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور ان کے مزاج کے مطابق خدمت ہو۔ مگر اس کے ساتھ اس بات کا بھی خیال کرتے کہ اسراف نہ ہو۔

قونیہ شہر گئے۔ تو ہمارا قیام درجہ اول کے ہوٹل میں تھا۔ لیکن موصوف اور ان کے رفقاء نے اس ہوٹل میں قیام نہیں کیا۔ وجہ یہ تھی کہ کرایہ زیادہ تھا۔ وہ اساتذہ کرام کے لیے قائم ہوسٹل (جو کسی بھی ہوٹل سے کم نہیں۔ لیکن اس کا کرایہ واجبی سا ہے) میں چلے گئے۔ اور دوسرے دن صبح آٹھ بجے ہمارے ہاں چلے آتے۔

اسی طرح اس سفر میں بعض احباب سے یہ مطالبہ ہوا۔ Pizza Hut یا Mcdlonld میں لنچ یا ڈنر کر لیں۔ مگر موصوف اس طرح بہانے بناتے رہے کہ ناراضگی بھی نہ ہو۔ اور وہاں جانا بھی نہ پڑے۔ آخر ایک روز میں نے جناب احمد صاحب یہ دریافت کیا۔ کہ آپ نے ایسا کیوں کرتے ہیں۔ کہنے لگے کہ حب الوطنی کا تقاضا ہے۔ ترکی کے کھانے آپ کو کھلانا میری ترجیح ہے۔ اور یہ غیر ملکی فاسٹ فوڈ تو آپ پاکستان میں کھا سکتے ہیں۔ اگر میں بھی یہی کھلاتا۔ تو یہ قیمتی سرمایہ گویا میں اپنے ہاتھوں باہر بھیج دیتا۔ جب کہ میں نے ملک کے مفاد کا حلف اٹھایا ہوا ہے۔

اب اس مثال کو سامنے رکھ کر ہم اپنا محاسبہ کریں۔ تو چودہ طبق روشن ہو جائیں۔ کہ وہ کہاں اور ہم کہاں۔ وہ سراپا محبّ وطن۔ اور ہم سراپا غدار وطن۔ بجا وہ جس کو موقع نہیں ملا۔